ڈاکٹر ماجد دیوبندی۔۔۔ایک تحقیقی وتنقیدی تعارف

محمد سلمان قریشی

Muhammad Salman Qureshi

M.Phill Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر محمد خاں اشرف

Dr. Muhammad Ashraf Khan

Faculty Member, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Dr. Majid Deobandi is a wellknown urdu poet in urdu society all around in the world. He worked as a lecture in Jamia Miliya Islamia and now he is the chair person of URDU ACADMEY Dehli. He got a fame through urdu mushairas in India and other countries as UAE, Saudi Arabia, Nepal etc. His Creatic work is in form of ode (Ghazal) which are full of Islamic thoughts and idieas. He shows the islamic values and tradiation. Love and loyality is also a part of his poetry which is decorated with imaginary and infigurative language.

محمد ماجد صدیقی جو ادبی حلقوں میں ڈاکٹر ماجد دیوبندی کے نام سے معروف ہیں ۷ جولائی ۱۹۶۴ء کو محمد زاہد صدیقی کے ہاں ہندوستان کے شہر دیوبند میں پیدا ہوئے۔ان کا خاندان ایک علمی اور مذہبی خاندان تھا جہاں مذہب کے ساتھ خصوصی وابستگی پائی جاتی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ بزرگان دین سے وابستگی کا رجحان بھی اس خاندان میں موجود تھا۔یہ خاندان دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھا۔مولانا شبیر احمد عثمانی، ماجد دیوبندی کے بزرگوں میں سے تھے۔ان کے دادا پیر جی شمس الدین اپنے وقت کے ولیٔ کامل تھے۔وہ ہر وقت یادالٰہی میں مشغول رہتے اور اکثر اوقات دنیا کے ہنگاموں سے دور جنگل میں قیام کرتے۔انہوں نے بھی عمر بھر شرعی احکام کی پابندی کی۔رمضان شریف میں قرآن سننے کی عرض

سے ہندوستان کے طول وعرض سے لوگ دیو بند آتے اور ان کی امامت میں نماز تراویح ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ ان کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ ان کے مرید اپنے نام کے ساتھ لطیفی روحانی سلسلے سے لکھتے ہیں کہ ان کا مزار قصبہ سیکری میں ہے جو ضلع مظفر نگر کا معروف قصبہ ہے۔ جہاں ہر سال ان کا عرس ہوتا ہے اور اس موقع پر بے شمار لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ماجد دیو بندی کے والد محمد زاہد صدیقی نیک اور با اخلاق انسان تھے۔ وہ اپنی نیکی و شرافت اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے خلق خدا میں معروف تھے۔ وہ اردو اور فارسی میں اعلیٰ استعداد رکھتے تھے اور دونوں زبانوں کے ہزاروں اشعار انھیں ازبر تھے۔ انھیں کی وجہ سے ڈاکٹر ماجد کا رجحان بھی اردو کی طرف ہوا۔ انھوں نے قانون گو کی حیثیت سے چالیس سال تک ملازمت کے دوران اپنی نیکی، شرافت اور دیانت داری کی وجہ سے نام کمایا۔ چالیس سال ملازمت کرنے کے بعد عزت اور وقار کے ساتھ سبک سیر (ریٹائرڈ) ہوئے۔ ڈاکٹر ماجد کی تربیت میں ان کا کردار بہت اہم ہے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو نہ صرف ادب اور شاعری کی طرف راغب کیا بلکہ اس حوالے سے ان کی مکمل رہنمائی بھی فرمائی۔

ڈاکٹر ماجد دیو بندی ۷ جولائی ۱۹۶۴ء کو صبح تہجد کے وقت عید الفطر کے مبارک دن پیدا ہوئے۔ عید کے دن پیدا ہونے کی وجہ سے ان کو بچپن میں گھر والے ''عیدو'' کے نام سے بھی پکارتے رہے۔ ماجد دیو بندی اپنے آٹھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ڈاکٹر ماجد دیو بند کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ ان کے گھر سے ہی شروع ہوا اور خاندانی روایت کے مطابق وہ گھر میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ انھوں نے گھر میں اپنے والدین خصوصاً اپنی والدہ سے قرآن مجید اور دین اسلام کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

سکول کی تعلیم کے لیے انھیں دیو بند کے پرائمری سکول نمبر ۲ میں داخل کروایا گیا جہاں انھوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دیو بند ہی کے دوسرے سکول سے آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔ آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد وہ دیو بند کے ایچ۔اے۔وی۔انٹ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں سے انھوں نے دسویں جماعت (میٹرک) کا امتحان سائنس کے مضامین کے ساتھ پاس کیا۔ وہ سکول کے ادبی پروگراموں میں حصہ لینے لگے۔ بچپن میں والد مکرم نے چونکہ فارسی بھی پڑھائی تھی اس لیے فارسی کی بنیاد بھی مضبوط ہو گئی تھی۔ اردو اور فارسی کی ادبی کتب کے ساتھ ساتھ انھوں نے شاعری کا مطالعہ کرنا بھی شروع کر دیا۔ اور پھر طبیعت خود بخود شاعری کی طرف مائل ہونے لگی۔ انھوں نے سکول کے زمانے میں ہی شاعری شروع کر دی۔ انھوں نے پہلا شعر ۱۲ سال کی عمر میں کہا جب وہ ساتھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ان کا پہلا شعر تھا۔

جس کو اللہ پر بھروسہ ہے
وہ کبھی بھی نہیں بھٹکتا ہے

انھوں نے یہ شعر اپنے والد مکرم کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اپنے کم سن بیٹے کو دعاؤں سے نواز کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اس حوصلہ افزائی نے مہمیز کا کام کیا اور ماجد صاحب نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ شاعری پر بھی بھرپور توجہ دینا شروع کر دی۔ وہ مشاعروں میں بھی شریک ہونے لگے۔ انھوں نے ۱۹۷۸ء میں جب وہ نویں جماعت کے طالب علم تھے، دیوبند سے باہر پہلی بار کل ہند مشاعرے میں شرکت کی جہاں ان کے کلام کو بے حد سراہا گیا اور انھوں نے خوب داد بھی سمیٹی۔ اس کے بعد ان کی شاعری میں مزید نکھار پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اپنی شاعری کے حوالے سے ان کا کہنا ہے کہ

> ''سکول کی طالب علمی کے زمانے ہی میں طبیعت شاعری کی طرف مائل ہونے لگی اور مصرعے موزوں ہونے لگے۔ والد صاحب کی حوصلہ افزائی پر میں نے باقاعدہ شاعری شروع کر دی۔ نویں کلاس میں تھا جب دیوبند سے باہر پہلی مرتبہ کل ہند مشاعرے میں اپنا کلام سنایا جسے حاضرین نے بہت پسند کیا اور خوب داد بھی دی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا اور پھر میں نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ یہ سلسلہ الحمدللہ آج بھی جاری ہے۔''(۱)

دیوبند سے انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد ماجد صاحب نے ۱۹۸۱ء میں میرٹھ یونیورسٹی میں داخلہ لیا جہاں سے انھوں نے بی۔اے اور ایم۔اے (اردو) کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ بعد ازاں انھوں نے خواجہ حسن نظامی کی شخصیت اور فن کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی اردو کے لیے تحقیقی کام کیا اور ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر ماجد دیوبندی نے طویل شعری سفر طے کیا اور تین شعری مجموعے تخلیق کیے۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ ''لہولہو آنکھیں'' ۲۰۰۰ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ ان کا دوسرا شعری مجموعہ ''ذکر رسول ﷺ'' ہے اور ان کا تیسرا شعری مجموعہ ''شاخ دل'' ہے۔ جو ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔

اردو غزل کا سفر کئی صدیوں پر محیط ہے وقت گزرنے کے ساتھ اردو غزل کے موضوعات و اسالیب میں بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں۔ جدید غزل جہاں قدیم غزل کی پیرو ہے وہاں بہت سے حوالوں سے مختلف بھی ہے۔

ڈاکٹر ماجد دیوبندی کی غزل ان کے دو شعری مجموعوں کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان کی غزل متنوع موضوعات کی حامل ہے۔ ان کے ہاں جہاں اردو غزل کی روایت کی پاسداری نظر آتی ہے وہاں ان کے ہاں غزل کے جدید رنگ بھی موجود ہیں۔ ڈاکٹر ماجد دیوبندی کے ہاں قدیم و جدید موضوعات کی ایک حسین قوس قزح دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے تمام موضوعات کو حسن و خوبی کے ساتھ اپنے اشعار میں سمویا ہے۔ ان کے اشعار پڑھ کر ان کی فکر کی کشادگی کا اندازہ ہوتا ہے اور زندگی

کے بارے میں ان کے گہرے مشاہدے اور شعور کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے ہاں حسن و عشق اور اس کی مختلف کیفیات کا بیان بھی ہے اور عصری مسائل کا شعور و آگہی بھی۔ انسانی رویوں کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے اور طبقاتی مسائل کی پیچیدگیوں اور مشکلات کا بیان بھی۔ ان کی شاعری کے حوالے سے معروف شاعر مظہر امام لکھتے ہیں کہ:

> ''ماجد دیو بندی کے کلام کی زبان سلیس، واضح اور صاف ہے۔ اس دھلی دھلائی زبان کے ذریعے وہ خیال کو روشنی عطا کرتے ہیں۔ وہ معنی کی پیچیدگی اور بیان کے پیچ و خم میں الجھے بغیر ایسے شعر کہتے ہیں جو سیدھے دل میں اتر جائیں۔ انھیں اشارے اشارے میں گہری بات کہنے اور دورِ حاضر کے سنجیدہ مسائل پر تبصرہ کرنے کا فن آتا ہے۔ زندگی کے تعلق سے ان کا دردمندانہ رویہ ان کی شرافت نفس کا آئینہ دار ہے جو ان کے کلام میں لطافت کے ساتھ منعکس ہوا ہے۔ ماجد دیو بندی مشاعروں کی نظامت کے ذریعے مشاعرے کی دل چسپی اور لطف میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے، لیکن شائستگی اور وقار کا دامن بھی کبھی نہیں چھوڑتے۔ یہ وصف انھیں آج کے بیشتر ناظمین مشاعرہ سے ممتاز کرتا ہے۔''(۲)

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کے ہاں بھی عاشقانہ نوعیت کے مضامین موجود ہیں۔ وہ عمومی انداز اور رنگ سے ہٹ کر بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں عشق کی واردات و کیفیات کو بیان کرتے ہیں۔ وہ محبوب کے حسن و جمال اور اس کی اداؤں کے بیان میں مبالغہ آرائی نہیں کرتے بلکہ اپنے حقیقی جذبات و احساسات کو لباسِ شعر میں ملبوس کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان کے عاشقانہ انداز کے اشعار سوفیانہ و بازاری سطح سے بہت بلند ہیں۔ ان کے ہاں کہیں بھی ابتذال کا پہلو ہمارے سامنے نہیں آتا اور نہ ہی سطحی قسم کی جذباتیت کا اظہار کہیں سامنے آتا ہے۔ وہ بڑی نفاست اور خلوص کے ساتھ عشقیہ واردات کو بیان کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ عاشقانہ مضامین کے بیان میں کوئی بھی بات تہذیب و شائستگی کی حدود سے متجاوز نہ ہو۔ وہ محبوب کے حسن کی تعریف بڑے خوبصورت انداز اور دل موہ لینے والے لب و لہجے میں کرتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

پھولوں کی برسات لگے ہے اے ماجد
ہونٹ کسی کے جب بھی جنبش کرتے ہیں

بجلی گرا گئے کہیں فتنے اٹھا گئے
وہ ہر قدم پر ایک نیا گل کھلا گئے

تمھارے چہرے کا یہ بھولپن خدا رکھے
پڑی ہے ہم کو تو عادت فریب کھانے کی

بات ان کی مست آنکھوں کی چلی
گردشوں میں جام پھر آنے لگا

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی غزل میں عشقیہ واردات کا بیان پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔مگر ان کے ہاں اس موضوع پر اشعار میں بے باکی دکھائی نہیں دیتی بلکہ ان کا رویہ بہت شریفانہ اور سلجھا ہوا ہے۔ان کے ہاں داغ دہلوی کی بجائے حسرت موہانی کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔وہ محبوب کے حسن و جمال کی تعریف بھی کرتے ہیں، اس سے اظہار محبت بھی کرتے ہیں، اس کی زیادتیوں اور ظلم وستم کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔محبوب سے جدائی کی کیفیات کا بیان بھی ان کے ہاں موجود ہے۔لیکن ان کی عشقیہ واردات پر شرقیت پوری طرح چھائی ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں نہ تو ابتذال کی جھلک نظر آتی ہے اور نہ ہوس زدہ لب ولہجے کی۔انھوں نے انسانی احساسات وجذبات کی بڑی خوبصورت اور حقیقت پسندانہ عکاسی کی ہے۔ان کی شاعری کے اس رنگ کے حوالے سے پروفیسر ملک زادہ منظور احمد لکھتے ہیں:

''اُردو غزل عموماً حسن وعشق، ناز ونیاز، ہجر ووصال اور شوق وانتظار کی گفتگو کرتی ہے مگر ماجد بندی کا کلام مجموعی طور پر یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ عشقیہ واردات اور مبہم روایات کو پیش کرنے کے بجائے اپنی غزلوں میں دوسرے سنجیدہ موضوعات کو پیش کرنا زیادہ اہم تصور کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی جب غزل کی ریزہ خیالی کسی شعر میں عشقیہ واردات وکیفیات کو آئینہ دکھلاتی ہے تو وہاں بھی ان کا قلم رسمی شاعری کے بجائے حقیقت کو آئینہ دکھاتا ہے۔''(۳)

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد کی رائے اس حد تک صحیح ہے کہ ان کے ہاں سنجیدہ موضوعات کا بیان زیادہ ہے اور ڈاکٹر ماجد دیو بندی زندگی کے سنجیدہ موضوعات کو زیادہ آسانی اور سہولت سے بیان کرتے ہیں مگر یہ بات درست نہیں کہ ان کے ہاں عشقیہ واردات کا بیان نہیں ہے۔ان کے ہاں عشقیہ واردات کا رنگ پوری آب وتاب سے موجود ہے۔اس حوالے سے ان کے چند اور اشعار ملاحظہ ہوں۔

دل کی یہ خواہش ہے اپنے درمیاں کوئی نہ ہو
تم مری آنکھوں میں آبیٹھو جہاں کوئی نہ ہو

ہمیں نہیں ہیں تری خم نگاہیوں کے شکار
جناب شیخ بھی منہ کا مزا بدلنے لگے

اس نے پلکیں جب موندیں
شہر کھلا بینائی کا

آپ کے چہرے پر مہتاب کا دھوکا ہے ہمیں
آپ دے دیجیے چھونے کی اجازت ہم کو

شاعر کسی بھی معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے۔ وہ اپنے گردو پیش کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ لوگوں کے مسائل پر نظر ڈالتا ہے۔ وہ لوگوں کو ظلم و جبر کی چکی میں پستے ہوئے دیکھتا ہے، مشکلات میں گھرا ہوا دیکھتا تو اس کو اور کمزور لوگوں کو ان مسائل سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ اس کام کے لیے کبھی تو وہ اپنے دور کے مسائل اور انسانوں کی مشکلات کی عکاسی اپنے اشعار میں کرتا ہے، کبھی عصری جبر کی شکایت کرتا ہے اور اس کی جھلکیاں اپنے اشعار میں دکھاتا ہے۔

اپنے اپنے دور کے حالات کی عکاسی اور تصویر کشی ہر دور کے شعرا نے کی ہے۔ اردو شعرا میں میر تقی میر کو اس حوالے سے خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے دور کے دکھ اور مسائل کو لباس شعر میں ملبوس کر کے پیش کیا۔ رفیع سودا کی ہجو نگاری بھی ایسی ہی کوشش ہے۔ نظیر اکبر آبادی نے اپنے دور کی عوامی زندگی اور عوام کے دکھ کو اپنی نظموں میں بیان کیا۔ ناصر کاظمی نے تقسیم اور اس نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کی عکاسی کی۔ ڈاکٹر ماجد دیو بندی بھی چونکہ ایک حساس دل رکھنے والے شاعر ہیں لہذا وہ بھی اپنے معاشرے کے دکھوں اور مسائل کو محسوس کرتے ہیں اور ان کی عکاسی اپنے اشعار میں کرتے ہیں۔ انھوں نے عصری مسائل کی عکاسی اس انداز میں کی ہے۔

یہ کیسی سازشیں ہیں موسموں کی
پرندے روز ہجرت چاہتے ہیں

اب کے شجر خود اپنے لہو میں نہائے ہیں
دیکھو نئی بہار نے کیا گل کھلائے ہیں

اس دور بہاراں سے تو بہتر تھی خزاں یارو
کانٹے نظر آتے ہیں پھولوں کی زبانوں میں

ڈاکٹر ماجد دیو بندی نے عصری مسائل کو علامتی انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کا یہ انداز بہت خوب ہے۔ وہ علامتی انداز میں بات بھی کہہ جاتے ہیں اور کسی کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ انھوں نے کس پر طنز کیا ہے۔ انھوں نے اپنے دور کے مسائل کو بڑے بھرپور انداز میں بیان کیا ہے اور ایک حساس اور دردمند دل رکھنے والے شاعر کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ عصری مسائل کے حوالے سے ان کے ہاں بہت سے پرتاثیر اشعار موجود ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دن تو تلاش رزق کی فکروں میں کٹ گیا
اب شام ہو چکی تو ٹھکانے کی فکر ہے

اک انتشار سا ہے کس سمت جایئے
اب تو زمین پر کہیں امن و اماں نہیں

پھیلی ہے فضاؤں میں یہ کس زہر کی خوشبو
جس پھول کو چھوتا ہوں وہی خار لگے ہے

انسانوں کے اندر بہت سے رویے پائے جاتے ہیں۔ انھی رویوں کی بنیاد پر انسان کی پہچان ہوتی ہے۔ ہمارے اردگرد موجود انسانوں میں ہر قسم کے رویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس مکر وفریب سے بھرپور دنیا میں لوگوں کے کردار اور ہیں اور ان کی گفتار کچھ اور۔ ہر طرف ظلم و ناانصافی کا راج ہے۔ تعمیر کے نام پر تخریب کا عمل جاری ہے ان پر آشوب حالات میں کس طرح ممکن ہے کہ شاعر سب کچھ دیکھے اور خاموش ہو جائے۔ ڈاکٹر ماجد دیو بندی بھی جب معاشرے کی دورنگی کو دیکھتے ہیں تو تلملا اٹھتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جب لوگوں کو ان کی ضرورت ہوتی ہے تو لوگ خوشامد اور جھوٹی تعریفوں سے بھی گریز نہیں کرتے مگر جب ان کا کام نکل جاتا ہے تو وہی لوگ پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ یہ منافقانہ رویے ڈاکٹر ماجد دیو بندی کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ وہ ان منفی رویوں کے حوالے سے یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

مجبوریوں کے سارے تعلق ہیں ان دنوں
اس عہد میں کسی کا طلب گار کون ہے

امن کا جو پیغام سنانے والے ہیں
گلیوں گلیوں آگ لگانے والے ہیں

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی شاعری کا ایک اور اہم موضوع انسانیت سے پیار اور محبت ہے۔ وہ معاشرے میں ہر طرف پیار، محبت، اخوت، بھائی چارے اور اتفاق و اتحاد کی فضا کو قائم ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ ان کے اردگرد موجود انسان طرح طرح کے دکھ، درد اور مسائل کا شکار ہیں تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں۔ ان کا دل ان حالات پر ملول ہوتا ہے۔ وہ انسانیت کو ان مسائل سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ وہ مسائل کا شکار ان انسانوں کو حوصلہ بھی دیتے ہیں کہ

انسانیت سے پیار میرا قول نہیں بلکہ حکم ربانی ہے لہذا اور اپنے اشعار میں اس محبت کے ترجمان بن کر ابھرتے ہیں جو دنیا کے تمام انسانوں کے لیے اور خصوصا معاشرے کے پس ماندہ، اور کمزور طبقوں کے لیے ہے۔ ان حوالوں سے وہ کہتے ہیں:

کمزوروں پر رحمت بن کر چھا جاؤ
میرا قول نہیں حکم ربانی ہے

کامیاب ہوتے ہیں ایسے لوگ ہی ماجد
جو دلوں میں رکھتے ہیں درد اس زمانے کا

خدا کرے کہ مرے دوست خیریت سے ہوں
عجیب طرح کی دل میں چبھن سی پاتا ہوں

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی غزل کا ایک اور اہم موضوع ہمت و حوصلہ اور ثابت قدمی ہے۔ وہ مشکلات کے سامنے ڈٹ جانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ظالم حکمرانوں اور طاقتور طبقوں کے سامنے اعلان حق کرنے کی جرات اور ہمت ان کے اندر موجود ہے۔ وہ نوجوان نسل کو بھی یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ مشکلات سے گھبرا کر راہ عمل میں تھک کر بیٹھ نہ جائیں بلکہ آگے بڑھتے رہیں اور راستے کی ہر رکاوٹ کو جرات و ہمت اور حوصلے کے ساتھ شکست دیتے چلے جائیں۔

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی غزل پر چونکہ اقبال کے اثرات بہت گہرے ہیں اس لیے ان کے ہاں میدان عمل سے فرار کی بجائے میدان عمل میں ڈٹ جانے کا جذبہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنے اشعار کے ذریعے اس پیغام کو عام کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہمت، حوصلہ اور ثابت قدمی زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہیں۔ مشکلات سے گھبرا جانے والا شخص زندگی میں کبھی کامیابیاں نہیں سمیٹ سکتا۔ ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی غزل میں اس موضوع پر لاتعداد اشعار موجود ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لاکھ خوف طاری ہو زلزلوں کے آنے کا
سلسلہ نہ چھوڑیں گے ہم بھی گھر بنانے کا

کامیاب کرتی ہے فیصلوں کی مضبوطی
دل میں حوصلہ رکھیے کشتیاں جلانے کا

دنیا کی نظروں میں خود کو خوار نہیں کرنا
غم کو سہہ لینا، غم کا اظہار نہیں کرنا

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی غزل کا یہ جائزہ اس بات کو ہمارے سامنے لاتا ہے کہ ان کی غزل زندگی کے متنوع رنگ اور موضوعات لیے ہوئے ہے۔ ان کے ہاں موجود موضوعات کی بوقلمونی اس بات کی غماز ہے کہ زندگی کے معاملات و مسائل پر ان کی گہری نظر ہے اور وہ ہر طرح کے موضوعات پر شعر کہنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وہ ہر پہلو کی متنوع جہات اور ذیلی صورتوں پر نگاہ رکھتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حیات انسانی کے گہرے نباض ہیں۔ وہ بات کہنے اور بات کرنے کا نہ صرف ہنر جانتے ہیں بلکہ اس پر کامل قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی غزل کے حوالے سے پروفیسر ملک زادہ منظور احمد

رقم طراز ہیں:

''سماجی، سیاسی اور معاشرتی سطح پر ہمارے چاروں طرف جو ناہموار یاں پھیلی ہوئی ہیں ان کو غزلوں کا موضوع بنا کر اس طرح برتنا کہ سادہ اور عام فہم زبان میں شاعر کے احساسات سبھی لوگوں تک پہنچ جائیں، بڑا مشکل کام ہے۔۔۔آج کے سنگین اور کھردرے مسائل کو غزل میں اس طرح سے پیش کرنا کہ فکر کی چمک سے فن کا پیمانہ بھی جگمگانے لگے، بہت سے زیادہ مشق اور ریاض کا مطالبہ کرتا ہے۔ ماجد دیو بندی کے اشعار پر نگاہ ڈالیے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ روحِ عصر اپنی پوری تاب ناکی کے ساتھ ان میں بھرپور طریقے سے جلوہ گر ہے۔''(۴)

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کے کلام میں نہ صرف مسائلِ عصر کی نشان دہی کی گئی ہے بلکہ ان کے ہاں حسن و عشق کی دل آویزیاں بھی دامنِ دل و نگاہ کو کھینچتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ان کی شاعری محض حالات و مسائل کا سپاٹ بیان نہیں بلکہ ان کی شاعری میں وہ نرمی و ملائمت بھی ہے، وہ چاشنی اور مٹھاس بھی ہے جو ان کی شاعری کو زندہ شاعری کی صفات عطا کرتی ہے۔ان کی شاعری کے حوالے سے پروفیسر جگن ناتھ آزاد لکھتے ہیں:

''میرے سامنے ماجد دیو بندی کے کلام کا مسودہ ہے۔اس کلام میں مجھے جو شگفتگی اور تازگی دکھائی دے رہی ہے وہ بہت کم شعرا میں نظر آتی ہے۔انداز بیان سادگی اور دل کشی کا حامل ہے۔زندگی کے مسائل پر بھی ان کی نظر ہے اور حقائق پر بھی۔ان کے ہاں ماضی پرستی نہیں ہے، لیکن ماضی، حال اور مستقبل کو وہ ایک تسلسل بلکہ ایک ارتقا پذیر عمل سمجھتے ہیں۔زندگی یا فن کا سفر ان کے لیے دائرے میں سفر کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ارتقا کی طرف رخ کرنے کا نام ہے۔ ماجد دیو بندی یہ جانتے ہیں کہ ماضی سے قطع تعلق کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جادۂ ارتقا نظروں سے اوجھل ہو جائے۔۔۔ماجد دیو بندی کے ہاں وہ شاعری معرضِ وجود میں آتی ہے جو سچی اور کھری شاعری ہے۔کھردری نہیں ہے، سپاٹ نہیں ہے۔دل آویزی سے لبریز ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہ زندہ رہنے والی شاعری ہے۔''(۵)

ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی شاعری شگفتگی و تازگی کا ایسا شہکار ہے جس کی مثال کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ان کی شاعری کے حوالے سے جناب ندا فاضلی لکھتے ہیں:

> ''ماجد دیو بندی کی شعری کائنات میں وہ انسان مرکزی کردار ہے جو لمحہ بہ لمحہ بدلتی سیاستوں کا شکار رہا ہے۔ان کے یہاں وہی کردار چلتا پھرتا نظر آتا ہے جو غزل کے عمومی کردار کی طرح ہجر و وصال اور شخص مسرت و ملال تک محدود نہیں ہے، وہ کمرے سے باہر کا آدمی ہے جو مسائل سے ٹکراتا بھی ہے اور دوسروں کے غم میں شریک بھی ہوتا ہے۔ پریشان حالوں کے ساتھ آنسو بھی بہاتا ہے اور بحال چہروں کے ساتھ مسکراتا بھی ہے۔ سیاسی جبر کے خلاف آواز بھی بلند کرتا ہے اور حکمرانوں کے غلط رویوں انگلی بھی اٹھاتا ہے۔لیکن یہ سب ان کی شاعری میں اس طرح ہوتا ہے کہ سامعین اور قارئین کے جمالیاتی مزاج کو ناگوار نہیں محسوس ہوتا۔''(۶)

ناقدین کی آرا کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر ماجد دیو بندی کی شاعری زندگی کی ترجمان ہے۔ یہ شاعری زندگی کی حرارت سے بھرپور ہے۔شاعر کے ہاں حسن و جمال کے رنگ بھی موجود ہیں اور آلام روزگار کا دردانگیز بیان بھی۔انسانی رویوں کا بیان بھی ہے اور وطن کی محبت کے مختلف رنگ بھی۔ان کی غزل انھیں دورِ حاضر کے باصلاحیت غزل گو شعرا کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ماجد دیو بندی، ڈاکٹر، موبائل انٹرویو، ۲۴ جنوری ۲۰۱۴ء

۲۔ مظہر امام، مشمولہ: لہولہو آنکھیں، ماجد دیو بندی، دہلی: اردو اکیڈمی دہلی، ۲۰۰۰ئ، فلیپ

۳۔ منظور ملک زادہ، پروفیسر، مشمولہ: لہولہو آنکھیں، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۰۰ئ، ص:۲۱

۴۔ ایضاً، ص:۱۹

۵۔ جگن ناتھ آزاد، پروفیسر، مشمولہ: لہولہو آنکھیں، ص:۶۲

۶۔ ندا فاضلی، مشمولہ: لہولہو آنکھیں، ص:۳۰

☆.....☆.....☆